نظرات

ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ مسلمہ قیادت کے فقدان کا ہے۔ مولانا آزاد، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا حفظ الرحمن اور مفتی عتیق الرحمن عثمانی وغیرہ کے بعد ملکی سطح پر کوئی ایسی قابلِ ذکر سیاسی بلند قامت شخصیت نظر نہیں آتی جس پر مجموعی طور پر ملت اسلامیہ ہندیہ اعتماد کر سکتی ہو اور ایک آواز پر لبیک کہتی ہوئی "عوامی اتحاد اور یکجہتی" کا مظاہرہ کر کے اپنے سیاسی مسائل حل کرا سکتی ہو۔

۸ اور ۹ جولائی کو ملک کے ایک ممتاز اور سیاسی رہنما جناب سید شہاب الدین ایم۔ پی جو مرحوم مسلم مجلس مشاورت کے کارگزار صدر بھی ہیں (مرحوم ہم باول ناخواستہ اس لیے لکھ رہے ہیں کہ "مشاورت" کے قیام کا جو بنیادی مقصد تھا اور جن حالات اور پس منظر میں مخلص بانیوں نے اس کا قیام عمل میں لایا تھا، اور مشاورت کی جو غرض و غایت تھی وہ یکسر فوت ہو کر رہ گئی ہے اور اسے اب محض چند افراد نے استحصال اور لوٹ کھسوٹ کا ذریعہ بنا رکھا ہے) دہلی کے ماؤلنکر ہال میں مسلمانوں کا سیاسی کنونشن بلایا۔ سید صاحب نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی، ملک کے موجودہ سیاسی مسائل پر تبصرے ہوئے، تجاویز پاس ہوئیں اور اب تقریباً وہی حشر دیکھنے میں آیا ہے جو اس طرح کے روایتی کنونشنوں کا ہوتا آیا ہے۔

شہاب الدین صاحب کے کنونشن کے تعلق سے مختلف اخبارات وجرائد اپنے مختلف تاثرات اور آراء کا اظہار کر رہے ہیں اور اگر یوں کہا جائے کہ منعقدہ کنونشن کے تعلق سے ملکی اور علاقائی سطح کے اخبارات اور صحافی حضرات دو دھڑوں میں بٹ گئے ہیں تو بے جا نہ ہوگا جہاں تک ہماری رائے اور حقیقت پسندانہ تجزیے کا تعلق ہے تو وہ بات یہی ہے کہ ملت اسلامیہ ہندیہ کے واقعی گوناگوں مسائل ہیں جو ذمہ داروں کی توجہ طلب بھی ہیں، اور طلب حل بھی، ملک کی آزادی کے بعد جو بھی پارٹی برسر اقتدار آئی اس نے مسلمانوں کے مسائل حل کرنے کے تعلق سے ہر مرحلہ پر خوبصورت اور خوشنما وعدے کیے ہیں عملاً ایسا بہت ہی کم ہوا کہ ان کے جائز مطالبات، شکایات اور شکایات دور کروانے کے لیے مؤثر اور ٹھوس اقدامات اٹھائے گئے ہوں۔

مسائل کی دلدل میں پھنسا ہوا آج کا ہندوستانی مسلمان اپنے سیاسی، معاشی اور اقتصادی مستقبل سے مایوس نظر آ رہا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ملک کے مسلمانوں کی معاشی اور اقتصادی حالت کے بارے میں ایک سرسری رپورٹ شائع ہوئی ہے اس جائزے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریہ کہلایا جانے والے ملک بھارت میں سب سے بڑی اقلیت کو کس طرح جان بوجھ کر نظر انداز کیا جا رہا ہے اور ان کے آئینی اور بنیادی حقوق پامال کئے جا رہے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق سرکاری اور نجی کارپوریٹ زمرہ میں ہر سطح پر یعنی ڈائرکٹروں، سرمایہ کاروں، کارکنوں کی حیثیت میں مسلمانوں کی نمائندگی انتہائی کم اور مایوس کن ہے سرکاری زمرہ کے ۳۴۷ تجارتی شعبوں کے ۳۰۸۴ ڈائرکٹروں میں مسلمانوں کی تعداد صرف ... ہے، پرائیویٹ کمپنیوں میں اس سطح پر مسلمانوں کی شمولیت ایک فیصد سے بھی کم ہو جاتی ہے۔ آٹھ بڑی پرائیویٹ کمپنیوں میں انتظامی افسروں کی سطح پر مسلمان صفر اور ۲ فیصد کے درمیان ہیں، سپروائزری میں صفر سے لے کر ۶۔۵ فیصد تک ہے۔

نظرات

ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ مسلمہ قیادت کے خلاء کا ہے۔ مولانا آزاد، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا حفظ الرحمن اور مفتی عتیق الرحمن عثمانی وغیرہ کے بعد ملکی سطح پر کوئی ایسی قابلِ ذکر سیاسی بلند قامت شخصیت نظر نہیں آتی جس پر مجموعی طور پر ملت اسلامیہ ہندیہ اعتماد کر سکتی ہو اور ایک آواز پر لبیک کہتی ہوئی "عوامی اتحاد اور یکجہتی" کا مظاہرہ کر کے اپنے سیاسی مسائل حل کرا سکتی ہو۔

۸ اور ۹ جولائی کو ملک کے ایک ممتاز اور سیاسی رہنما جناب سید شہاب الدین ایم۔پی جو مرحوم مسلم مجلس مشاورت کے کارگذار صدر بھی ہیں (مرحوم ہم بادلِ ناخواستہ اس لیے لکھ رہے ہیں کہ "مشاورت" کے قیام کا جو بنیادی مقصد تھا اور جن حالات اور پس منظر میں مخلص بانیوں نے اس کا قیام عمل میں لایا تھا، اور مشاورت کی جو غرض و غایت تھی وہ یکسر فوت ہو کر رہ گئی ہے اور اسے اب محض چند افراد نے استحصال اور لوٹ کھسوٹ کا ذریعہ بنا رکھا ہے) دہلی کے ماؤلنکر ہال میں مسلمانوں کا سیاسی کنونشن بلایا، سید صاحب نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی، ملک کے موجودہ سیاسی مسائل پر تبصرے ہوئے، تجاویز پاس ہوئیں اور اب تقریباً وہی حشر دیکھنے میں آیا ہے جو اس طرح کے روایتی کنونشنوں کا ہوتا آیا ہے۔

شہاب الدین صاحب کے کنونشن کے تعلق سے مختلف اخبارات وجرائد اپنے مختلف تاثرات اور آراء کا اظہار کر رہے ہیں اور اگر یوں کہا جائے کہ منعقدہ کنونشن کے تعلق سے ملکی اور علاقائی سطح کے اخبارات اور صحافی حضرات دو دھڑوں میں بٹ گئے ہیں تو بے جا نہ ہوگا جہاں تک ہماری رائے اور حقیقت پسندانہ تجزیے کا تعلق ہے صحیح بات یہی ہے کہ ملت اسلامیہ ہندیہ کے واقعی گوناگوں مسائل ہیں جو ذمہ داروں کے لیے توجہ طلب بھی ہیں اور طلب حل بھی، ملک کی آزادی کے بعد جو بھی پارٹی برسراقتدار آئی اس نے مسلمانوں کے مسائل حل کرنے کے تعلق سے بہرحال بڑے خوبصورت اور خوشنما وعدے کیے ہیں عملاً ایسا بہت ہی کم ہوا کہ ان کے جائز مطالبات، مشکلات اور شکایات زائل کروانے کے لیے مؤثر اور ٹھوس اقدامات اٹھائے گئے ہوں۔

مسائل کی دلدل میں پھنسا ہوا آج کا ہندوستانی مسلمان اپنے سیاسی، معاشی اور اقتصادی مستقبل سے مایوس نظر آرہا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ملک کے مسلمانوں کی معاشی اور اقتصادی حالت کے بارے میں ایک سرسری رپورٹ شائع ہوئی ہے جس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریہ کہلایا جانے والے ملک بھارت میں سب سے بڑی اقلیت کو کس طرح جان بوجھ کر نظر انداز کیا جارہا ہے اور ان کے آئینی اور بنیادی حقوق پامال کیے جارہے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق سرکاری اور نجی کارپوریٹ زمرہ میں ہر سطح پر یعنی ڈائرکٹروں، سرمایہ کاروں، کارندوں کی حیثیت میں مسلمانوں کی نمائندگی انتہائی کم اور مایوس کن ہے سرکاری زمرے کے ۳۰، تجارتی شعبوں کے ۴۸۴ ڈائرکٹروں میں مسلمانوں کی تعداد صرف رہے، پرائیویٹ کمپنیوں میں اس سطح پر مسلمانوں کی شمولیت ایک فیصد سے بھی کم ہو جاتی ہے۔ آٹھ بڑی پرائیویٹ کمپنیوں میں انتظامی افسروں کی سطح پر مسلمان صفر اور فیصد کے درمیان ہیں، سپروائزری میں صفر سے لے کر ۶-۵ فیصد تک ہے۔

مزدوروں کی سطح پر صفر سے ۳ر۰ افیصد تک ملتے ہیں۔ سینکڑوں پرائیویٹ کمپنیوں میں مسلمانوں کا رکنوں کا نام ونشان نہیں ملتا۔ گورنمنٹ سروسز جیسے آئی اے ایس، آئی پی ایس اور فوج میں مسلمانوں کا تناسب محض برائے نام ۰۰ ۔ ۱فیصد کے لگ بھگ ہے۔ ان سے کم درجے کی سروس میں مسلمان ۲ر یا ۳ر فیصد بنکوں اور مالیاتی اداروں میں پائے گئے ہیں۔ سرکاری محکموں میں ڈرائیوروں اور چپراسیوں تک کی نوکریوں میں مسلمان اپنی آبادی کے تناسب کا دسواں حصہ بھی نہیں پاتے۔ یہی حال پولیس اور نیم فوجی فورسز کا ہے، رپورٹ کے مطابق خاتمہ زمینداری کے اثرات کی زد میں سب سے زیادہ مسلمان ہی آئے تھے۔ لہٰذا زرعی شعبہ میں بھی بڑے اور درمیانی کاشتکاروں کی حیثیت سے مسلمانوں کا تناسب اپنی آبادی کے لحاظ سے بے انتہا کم ہے۔ دیہی معیشت میں مسلمانوں کی حیثیت بے زمین مزدوروں، دست کاروں، خوردہ فروشوں اور تنخواہ یاب کارکنوں کی ہے۔ دستکاری کے زمرہ میں مسلمانوں کی شمولیت کافی حد تک ناقص ہے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق چھ لاکھ چھوٹے یونٹوں میں مسلمانوں کے صرف چودہ ہزار یونٹ ہیں۔

اس سرسری جائزے سے اندازہ لگانا کچھ زیادہ مشکل نہیں کہ ملک کے مسلمانوں کی مجموعی حالت کس قدر قابلِ رحم، اور باعثِ فکر و تشویش ہے، رہا مسلمانوں کے آزاد پیشے کا سوال ان کی تجارت، ان کا کاروبار اور دوسرے کام تو اسے تباہ و برباد کرنے کے لیے ملک کی فرقہ پرست، متعصب اور جنونی قوتوں کے پاس مکمل اعداد شمار ہوتے ہیں کہ ملک کے کس علاقہ، شہر اور جگہ میں مسلمانوں کی آبادی، روزگار کے وسائل کیا کیا ہیں اور ان کی معیشت کی بنیاد کیا ہے؟ لہٰذا ایک منظم سازش کے تحت فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکائی جاتی ہے اور یک بارگی یلغار کر کے ان کی جائدادوں اور املاک